Student Name: : Qurratul Ain
Supervisor Name : Prof. Kausar Mazhari
Name of the Department : Urdu
Name of the Topic : Urdu Key Stage Dramon Mein Hindustani Tahzeeb Ki Akkasi
Keyword : Urdu, Drama, Drama Nigar, Stage, Hindustani Tahzeeb

اردو ادب میں مختلف اصناف مثلاً غزل، قصیدہ، نظم، مثنوی، قطعہ، مرثیہ، داستان، ناول، افسانہ، رپورتاژ، سوانح، خودنوشت وغیرہ کے ساتھ ایک صنف اردو ڈراما بھی ہے، جس کی تاریخ عالمی سطح پر دو ہزار سال پرانی بتائی جاتی ہے۔ اِس دو ہزار سالہ طویل تاریخ میں اردو ڈرامے کی صرف ایک صدی کا ذکر ملتا ہے، وہ بھی مختصر اور محتاط انداز میں۔ بعض ناقدین کی رائے ہے کہ اردو ادب میں ڈرامے کی روایت سرے سے موجود ہی نہیں ہے مگر بعض کے خیال میں روایت کی پستی نا قابل ذکر ہے۔ لیکن بعض ناقدین کے مطابق حقیقت یہ ہے کہ واجد علی کے دور سے تا حال اردو میں مسلسل ڈرامے لکھے گئے اور اسٹیج بھی کیے گئے۔ اس کا آغاز واجد علی شاہ کے ناٹک ''رادھا کنھیا کا قصّہ'' سے ہوتا ہے اور امانت کی ''اندر سبھا'' کی مقبولیت پر پروان چڑھتا ہے۔ پارسی تھیٹر کے زمانے میں اردو ڈرامے کو آغا حشر کاشمیری جیسے بڑے فن کار اور شاعر کی رفاقت نصیب ہوئی اور ان کے قلم سے نکلے ہوئے پرزور اور بلند بانگ مکالموں نے، جو شاعرانہ اثر انگیزی کے وصف سے بھی متصف تھے، ملک ملک بھر میں دھوم مچا دیا۔ فلم کی آمد کے بعد پارسی تھیٹر جو تجارتی بنیادوں پر قائم تھا زوال پزیر ہو گیا اور اس کی جگہ فلم نے لے لی۔ لیکن ڈرامے اب بھی لکھے اور اسٹیج کیے جا رہے ہیں۔ دراصل اردو ادب میں جس وقت ڈرامے کی بنیاد پڑی ملک کی فضا ساز گار نہ تھی۔ لکھنؤ کا شاہی اسٹیج ہو یا اندر سبھا کا عوامی اسٹیج۔ ڈرامے کو اس کے فنی اقدار پر پرکھ کر اس کی فکری و فنی صلاحیت کا لحاظ کیے بغیر پیش کر دیا گیا۔ یعنی جس اسٹیج پر ڈرامے کی بنیاد رکھی گئی اس کا مقصد صرف اور صرف ناچ گانے کی محفل آراستہ کرنا تھا اس لیے پیشکش کی کوئی واضح تکنیک کا سراغ نہیں ملتا۔ ابتدا میں اردو ڈراما کے عدم فروغ کی ایک وجہ عام طور پر اردو کے ادیبوں کا شامل نہ ہونا تھا اس لیے کہ وہ اسے اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آخری دور تک وہ لوگ ڈراما نگاری کو خلاف تہذیب سمجھتے رہے۔ لیکن اب صورت حال خاصی تبدیل ہو چکی ہے اور اردو ڈراما ایک مقبول عام صنف کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جس پر خاطر خواہ توجہ بھی دی جانے لگی ہے۔ اردو ڈرامے کی طرف موجودہ دور کے ادباء جس طرح سے توجہ دے رہے ہیں اگر ابتدائی دور کے ادیبوں مثلاً محمد حسین آزاد، مولوی نذیر احمد، پنڈت رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ ڈراما نگاری کی طرف مائل ہو جاتے اور ان کے ڈراموں کو اسٹیج پر دکھائے جانے کا موقع ملتا تو اردو ڈراموں کی صورت حال کچھ اور ہوتی۔

بہر حال، ہندوستان اپنی تہذیب کی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے پوری دنیا میں پہچانا جاتا ہے۔ کوئی بھی تہذیب جب تک بت ہزار شیوہ نہ ہو اس کی گہرائی و گیرائی، اس کے حسن جمال، اس کی رنگا رنگی، تہدار یلطف کا سامان فراہم نہیں کرتی۔ نہ ہی اس کی تاریخ کی طرف نگاہ جاتی ہے۔ بات تہذیب کی ہو یا ڈرامے کی جس طرح زندگی کی ایک تہذیب ہوتی ہے اسی طرح ڈراما تہذیبوں کا ایک ایسا سنگم ہوتا ہے جس سے ایسے سوتے پھوٹتے ہیں جس سے دنیا کی نگاہوں میں مختلف تہذیبوں کی جلوہ گری دیکھنے والوں کو تاریخ سے تہذیب سے اور ملک و سماج سے جوڑ کر ایک خوب صورت تانا بانا پیدا کرتی ہے۔ ہندوستان کے اردو اسٹیج ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب کا عکس علم و فکر کے ساتھ اساطیر میں ڈوبا ہوا ہے۔ سنسکرت اور دوسرے ہندوستانی زبان کے ڈراموں کی طرح اردو ڈراموں میں وہ اسطوری رنگ تو غالب نہیں لیکن اردو ڈرامے ہندوستانی تہذیب کا مرقع ہیں۔

میرے مقالے کا موضوع ''اردو کے اسٹیج ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب کی عکاسی'' ہے جس کو میں نے چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں نے ہندوستانی تہذیب کا تعارف پیش کیا ہے جس میں تہذیب و ثقافت کی وضاحت کے بعد ہندوستان کی تہذیبی جغرافیائی، تاریخی، معاشرتی رویوں کے حوالوں سے ہندوستانی تہذیب میں مذاہب، افکار و نظریات، علوم و فنون وغیرہ کو شامل مطالعہ رکھا ہے، اور ہم نے اس باب میں ہر ایک دور کی تہذیب کو مختصر انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ تاکہ تمام تہذیبوں کا اجمالی تعارف ہو جائے اور خصوصیات و انفرادیت کا بھی اندازہ ہو سکے۔ جیسے آریہ تہذیب، بودھ تہذیب، اسلامی تہذیب، تصوف، بھگتی تحریک اور مختلف سماجی و سیاسی اور ادبی تحریکات وغیرہ کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب کا عنوان ہے ''اردو کے

ابتدائی اسٹیج ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب'' جس میں میں نے ڈراما رادھا کنہیا کا قصہ سے لے کر امانت لکھنوی کا اندر سبھا اور پھر اس کے تتبع میں لکھے گئے دیگر سبھائیں مثلاً اندر سبھا مداری لال، منشی خادم حسین افسوس کا ڈراما بزم سلیمان، لالہ بھیروں سنگھ کا ڈراما جشن پرستاں اور ناگر سبھا وغیرہ کا تجزیہ کر کے ان ڈراموں میں موجود ہندوستانی تہذیب کو مثالوں کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان سبھاؤں میں عام داستانوں کی طرح جہاں افراد قصہ، کھیل کے مقامات اور دیگر لوازمات میں ملکی اور غیر ملکی روایت کو اپنایا گیا ہے۔ فارسی پریاں، دیو اور ہندو دیومالا کے مذاق میں ڈھالے ہیں وہیں قدیم ہند و ایران کی اساطیری روایات کو خاص لکھنوی تہذیب میں سمو کر پیش کیا گیا ہے۔ تیسرا باب ہے'' پارسی تھیٹر کا تہذیبی مطالعہ'' اس باب میں پارسی تھیٹر کے ذریعہ لکھوائے اور اسٹیج کیے گئے ڈراموں کا احاطہ کیا ہے اور ان میں ہندوستانی تہذہب کے پیش کش کو احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے مثال کے طور پر پارسی تھیٹر سے وابستہ چند معروف نام ہیں۔ نسروان جی مہروان جی آرام، حافظ عبداللہ، حسینی میاں ظریف، کریم الدین مراد، رونق بنارسی، طالب بنارسی، الف خان حباب اور آغا حشر کاشمیری وغیرہ۔ انھوں نے بہت سارے ڈرامے لکھے اور اسٹیج کیے لیکن میں نے منتخب ڈراموں کو ہی موضوع گفتگو بنایا ہے۔ جیسے آرام کے ڈرامے، بے نظیر، بدر منیر، گل بہ صنوبر چہ کرد، ہوائی مجلس، جہاں گیر شاہ گوہر، اور نور جہاں وغیرہ۔ حافظ عبداللہ کے ڈرامے پسندیدہ آفاق، لیلا مجنوں اور شکنتلا۔ ظریف کے ڈرامے نتیجۂ عصمت، نیرنگ عشق اور خدا دوست۔ کریم الدین مراد کے ڈرامے خاندان ہامان، چتر ابکاولی اور خداداد۔ رونق کے ڈرامے لیلا مجنوں، بے نظیر بدر منیر، الفت، پورن بھکت، سیف السلیماں، عاشق کا خون، نقش سلیمانی وغیرہ۔ طالب بنارسی کے ڈرامے، دلیر دل شیر، راجہ گوپی چند وغیرہ اور الف خاں حباب کے ڈرامے شرر عشق، نیرنگ قاف، نقش سلیمانی اور جشن کنور سین۔ آغا حشر کاشمیری کے ڈرامے مرید شک، مار آستین، اسیر حرص، میٹھی چھری، سفید خون، سلور کنگ، یہودی کی لڑکی، ترکی حور اور رستم وسہراب وغیرہ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے اور ان ڈراموں میں موجود ہندوستانی تہذیب کی نشاندہی کی ہے۔ چوتھا باب'' ترقی پسند اردو اسٹیج ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب'' ہے۔ جس میں میں نے ترقی پسند تحریک کی ابتدا سے لے کر انیس سو ساٹھ تک کے دورانیے میں لکھے گئے منتخب اسٹیج ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب کی عکاسی کو پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر معروف ترقی پسند ادیبوں اور تخلیق کاروں کا ذریعہ تحریر کردہ ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب کی شمالیت کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً منٹو کے ڈرامے خودکشی، نیلی رگیں، ٹیڑھی لکیر، تحفہ اور نقش فریادی وغیرہ۔ کرشن چندر کے ڈرامے قاہرہ کی ایک شام، دروازہ، بھکاری، نیل کنٹھ، سرائے کے باہر اور دروازہ کھول دو وغیرہ۔ خواجہ احمد عباس کے ڈرامے زبیدہ، یہ امرت ہے، لال گلاب کی واپسی، میں کون ہوں اور اناس اور ایٹم بم وغیرہ۔ عصمت چغتائی کے ڈرامے دھانی بانکیں، فسادی، سانپ، پردے کے پیچھے وغیرہ۔ بیدی کے ڈامے نقل مکانی اور خواجہ اسرا۔ علی سردار جعفری کے ڈرامے یہ کس کا خون ہے؟۔ پیکار، لال جھنڈا اور کیور کامریڈس میں موجود ہندستانی تہذیب کو پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ پانچواں باب ہے 1960 سے 1980 تک کے اسٹیج ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب کی عکاسی، میں نے اس دورانیہ میں لکھے اور اسٹیج کیے گئے ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب کی تلاش وشناخت کی سعی کی ہے۔ جیسے پروفیسر محمد مجیب کے ڈرامے کھیتی، انجام، خانہ جنگی۔ حبہ خاتون، ہیروئن کی تلاش۔ زاہدہ زیدی کے ڈرامے دوسرا کمرہ (مجموعہ) اس میں کل پانچ ڈرامے شامل ہیں۔ صحراء اعظم اور کیوں کر اس بت سے رکھوں جاں عزیز۔ حبیب تنویر کے ڈرامے آگرہ بازار، شطرنج کے مہرے، مٹی کی گاڑی، دیکھ رہے ہیں نین اور جمعدارنی وغیرہ میں موجود ہندوستانی تہذیب کی نشاندہی مع مثال پیش کیا ہے۔ چھٹا اور آخری باب میں میں نے تاحال کے ڈراموں میں ہندوستانی تہذیب کی عکاسی کو موضوع بنایا ہے جن میں اہم نام پروفیسر محمد حسن، بلقیس ظفیر الحسن، ظہیر انور، اقبال نیازی، آفتاب حسنین، جاوید صدیقی اور شاہد انور کے ہیں۔ محمد حسن کے ڈرامے ضحاک، کہرے کا چاند، تماشا اور تماشائی۔ بلقیس ظفیر الحسن کے ڈرامے تماشا کرے کوئی (مجموعہ) اس میں کل پانچ ڈرامے ہیں۔ شیشوں کے کھلونے، جنگلی جانور، ہم اور وہ، باگھ بجھی ہوئی کھڑکیوں میں کوئی چراغ۔ ظہیر انور صلیب، انگاروں کا شہر، نئے موسم کا پہلا دن، سحر ہونے تک، آخری موڑ اور قیدی۔ اقبال نیازی اور کتنے جلیاں والا باغ؟، ہم صرف کمپرومائز کرتے ہیں، سب ٹھیک ہے، خصی کرالو اور ڈاکو آرہے ہیں۔ جاوید صدیقی۔ بیگم جان، تمہاری امرتا، سونیا، سال گرہ اور پی کے سیٹھ نے پی کے نولا۔ شاہد انور۔ غیر ضروری لوگ، سونیا کا سپنا، ہمارے سمے میں، سنگھاردان، اور بی تھری وغیرہ ڈراموں میں پیش کردہ ہندوستانی تہذیب کو مثال کے ذریعہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے کے آخر میں حاصل مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور پھر کتابیات کے ذیل میں ان کتابوں اور رسائل وجرائد کی تفصیل ہے جس کی مدد سے یہ مقالہ لکھا گیا ہے۔